© rasailojaraid.com

یوسف عزیز

قائداعظمؒ کا نظریۂ تعلیم

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اگرچہ اپنی زندگی کا آغاز ایک قانون دان کی حیثیت سے کیا اور اس کے بعد زندگی کے کسی موڑ پر بھی عملاً ان کا رابطہ درس و تدریس یا تعلیم و تعلّم سے نہیں رہا۔ اور یوں کسی مبسوط یا منظم فلسفۂ تعلیم سے ان کا رابطہ قائم کرنا بظاہر عجیب سا معلوم ہوتا ہے مگر ایک سیاست دان کی حیثیت سے انہوں نے جلد ہی اپنے ہم وطنوں کے سیاسی حقوق کے حصول کی بھرپور کوشش شروع کر دی تھی اور ان حقوق میں تعلیم بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ لہٰذا سیاسی سطح پر یہ علمی پہلو اپنی افادیت کے سبب مسلسل ان کے افکار پر چھایا رہا، اور یوں مخصوص قومی مفادات، تعمیر و تشکیل کردار اور عصرِ جدید کے تقاضوں کے پیشِ نظر اس پر ان کی مستقل نظر رہی لہٰذا انہوں نے اپنے سیاسی کردار کے ابتدائی سالوں سے ہی تعلیم کے مسئلے پر وقتاً فوقتاً اپنے بیانات اور تقاریر میں روشنی ڈالی ہے اور اس طرح اگر ان کے افکار کو ایک خاص پس منظر اور سیاق و سباق سے سامنے رکھا جائے تو اس سے ایک مکمل نظامِ تعلیم کے واضح نقوش ابھرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

تعلیم کو اکثر ایسے عمل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کی بدولت انسان حالات و واقعات کا تنقیدی جائزہ لے کر اور ماضی کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی اصلاح کرتا ہے اور خود کو ملی مفادات اور معاشرتی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک ماہرِ تعلیم نے "اسے تجربے کی اس تعمیرِ نو کا نام دیا ہے جس سے تجربے کے معانی میں وسعت آتی ہے اور جس کے سبب انسان میں مستقبل میں تجربے کا رخ متعین کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ قائداعظمؒ نے تعلیم کو نور سے مشابہ قرار دیا ہے جو کسی فرد کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر حالات کا سامنا کرنے اور اپنی معاشرتی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل بناتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تعلیم کے بغیر آپ بالکل ویسی ہی حالت میں ہیں، جیسی کہ کل رات اس پنڈال میں اندھیرے میں تھی۔ اور تعلیم کے ساتھ آپ اس حالت میں ہوں گے، جیسے اب دن کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس چکا چوند اجالے میں ہیں ” قرآن پاک میں علم اور جہالت کو روشنی اور اندھیرے سے تشبیہہ دی گئی ہے“۔ اور خود حدیث پاک میں آتا ہے ” العلم نور“ گویا تعلیم کو تلوار سے بھی زیادہ طاقت ور گردانتے ہوئے فرماتے ہیں ”یہ تلوار جو آپ نے مجھے عنایت کی ہے ۔صرف حفاظت کے لیئے اٹھے گی ۔لیکن فی الحال جو سب سے ضروری امر ہے وہ تعلیم ہے ،علم تلوار سے بھی زیادہ طاقت ور ہے ،جائیے اور علم حاصل کیجئے ۔تعلیم ایک عالمگیر بنیادی ضرورت اور انسان کا پیدائشی حق ہے ۔مگر غیر ملکی تسلط اور سرمایہ دارانہ نظام میں عوام کو اس حق سے ایک عرصہ تک محروم رکھا گیا ۔برصغیر پاک و ہند میں مغلوں کے دورِ اقتدار کے خاتمے پر جب انگریزوں نے ہندوستان کی زمامِ اقتدار سنبھالی تو مسلمانوں کو دیگر امور اور پہلوؤں میں مفلوج کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے لیئے جو نظامِ تعلیم رائج کیا گیا ایک طرف تو اس کا ماضی کے اسلامی نظامِ تعلیم سے کوئی رابطہ نہ تھا اور دوسرا ذریعہ تعلیم کے لیے عربی ، فارسی کی جگہ انگریزی نے لے لی اور اس طرح مسلمانوں کو اپنی تاریخ و تمدن کی شاندار روایات سے یکسر منحرف کرنے کی کوشش کی گئی ۔چاہیئے تو یہ تھا کہ حالات سے نبرد آزما ہونے اور خود کو نت نئے بدلتے ہوئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے انگریزی تعلیم حاصل کی جاتی ۔مگر انگریز مشنریوں کے اوچھے ہتھکنڈوں اور فرنگی تہذیب کی آمد آمد کے پیشِ نظر بعض زعماء نے انگریزی تعلیم کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے یا یوں کہیئے کہ آئین نو سے ڈرتے ہوئے ،طرزِ کہن پہ اڑنے پر مشورہ دیا ۔بعض عاقبت نا اندیشوں نے اس کے لیے تکفیر کے فتوے صادر کیئے ۔اس وقت اگرچہ سرسید احمد خاں نے حالات کا رخ بھانپ لیا اور کبھی مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور کبھی محمڈن اینگلو عربک کالج کی صورت میں ،مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے روشناس کرانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی تھی مگر اس کے باوجود مسلمان ان کے عہد میں چند مبدّیانہ کامیابیوں سے ہی ہمکنار ہو سکے تھے ۔نتیجہ کیا ہوا ۔مسلمان دیگر پہلوؤں میں تو مات کھا ہی چکے تھے ۔تعلیمی میدان میں بھی کچھ زیادہ آگے نہ بڑھ سکے ۔انگریزی کو ان کی جہالت میں ہی عافیت نظر آتی تھی اور ہندو بھی ان سے صدیوں کی غلامی کا بدلہ چکانے پر تلے ہوئے تھے ۔الغرض ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بعض حلقوں نے ابتدائی بنیادی تعلیم کی اشاعت کو ہی محدود کرنا چاہا ۔ان کا خیال تھا کہ پڑھے لکھے لوگ اپنے حقوق سے باخبر ہو کر ان کی بازیافت کے لیے منظم کوشش کریں گے ۔لہذا انہیں تعلیم سے بہرہ ور کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ۔اگر ۱۷۹۲ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک ڈائریکٹر نے یہ کہا تھا کہ ”ہم امریکہ کو اس لیے کھو بیٹھے کہ ہم نے وہاں سکولوں اور کالجوں کی بنیاد ڈالی اور یہ ہماری حماقت تھی ،ہم حماقت کے اس تجربے کو ہندوستان میں دھرانا نہیں چاہتے“

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو ایک صدی بعد یعنی ۱۹۱۲ء تک انگریزوں نے اپنے مخصوص نظام تعلیم کے سبب ایسے افراد کی ایک کھیپ تیار کر لی تھی جو اپنے مخصوص مفادات کے پیشِ نظر، عوام کو تعلیم جیسے بنیادی اور پیدائشی حق سے محروم رکھنے کے لیے ان سے بھی چند قدم آگے نکل گئے تھے۔

چنانچہ ۱۹ر مارچ ۱۹۱۲ء کو جب مجلس قانون ساز میں مسٹر گوکھلے نے ابتدائی تعلیم کا بل پیش کیا تو اس کی مخالفت کرتے ہوئے نواب عبدالمجید نے کہا کہ اگر ہم ابتدائی تعلیم کا بل پاس کرتے ہیں تو ہمارے ہاں ہڑتالیں عام ہو جائیں گی اور لوگ اشتراکی بن جائیں گے۔ قائداعظمؒ نے نواب موصوف کے ان بے بنیاد خدشات کو رد کرتے ہوئے مسٹر گوکھلے آس بل کی پرزور حمایت کی اور اپنی تقریر میں ابتدائی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت واضح کی۔ انہوں نے کہا، "میرے دوست نواب عبدالمجید نے کہا ہے کہ (اس بل کے پاس ہونے سے) ہر جگہ ہڑتالیں ہوں گی اور لوگ اشتراکی بن جائیں گے۔ میرے خیال میں نواب مجید صاحب کو بعض سیاسی خطرات کا خدشہ ہے کہ لوگ ہڑتالیں کریں گے۔ میں دیانتداری اور اعتماد سے حکومت سے پوچھتا ہوں کہ کیا تعلیم کے معنی بغاوت پر اکسانے کے ہیں؟ جناب والا میں کہوں گا کہ حکومت یا حکومت کے منصوبوں پر غیر جانبدارانہ اور بے باک تنقید کرنا ہر شہری کا حق ہے اور مجھے کہنے دیجئے کہ اس ملک میں آپ کے (میری مراد ہے حکومت کے) ملک کے تعلیم یافتہ افراد کے علاوہ کوئی بہتر دوست نہیں ہیں پھر کہا جاتا ہے کہ لوگ اپنے حقوق کے حصول میں حد سے تجاوز کریں گے۔

"جناب والا میں کہوں گا کہ زمینداروں، وڈیروں اور تعلیم یافتہ حضرات کا فرض ہے کہ وہ اتنے زیادہ مطلب پرست نہ بنیں۔ انہیں ہر جگہ اپنی اجارہ داری اور دھونس نہیں جمانا چاہیئے۔ بلکہ انہیں ہر وقت عوام کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیئے اور اگر وہ اپنے فرائض احسن طریق سے انجام نہ دے سکیں تو انہیں اپنے تمام عہدوں، جن پہ وہ براجمان ہیں۔ سے الگ ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی پہ ہو تو اسے اپنی غلطی تسلیم کرنے میں شرم محسوس نہیں کرنی چاہیئے۔ اور صحیح راستہ اختیار کرنے میں بالکل نہیں جھکنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ انگلستان اور دیگر ممالک کے بعض حلقوں میں اس ابتدائی تعلیم کو "غلطی" سے تعبیر کیا جائے۔ لیکن یہ کون کر رہا ہے۔ یقیناً وہ لوگ نہیں جو اس سے بہرہ ور ہوں گے بلکہ یہ ان لوگوں کے ایماء پر کی جا رہی ہے جو اپنی ذاتی حرص و آز کی بناء پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطلب پرستی کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ عالمگیر بنیادی تعلیم رائج کرنا غلطی ہوگا۔"

آپ نے محسوس کیا کہ قائداعظمؒ عوام کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے کس طرح جرأت و صداقت اور استدلال و براہین سے ان کے حقوق کی بازیافت میں مصروفِ کار رہے۔ انہیں پورا پورا احساس تھا کہ جب تک لوگوں کو تعلیم جیسا بنیادی حق نہیں ملتا، انہیں اپنے اچھے بُرے کی تمیز کے علاوہ دیگر بنیادی سیاسی حقوق کا احساس بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہ ان حقوق کے حصول کے لئے اپنی کوششوں کو متحد اور منظم کر سکتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے تعلیم کو مسلمانوں کے لیے موت اور زندگی کا مسئلہ قرار دیا اور اس کی اشاعت کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرنے کا مشورہ دیا۔

انسانی زندگی میں تعلیم کی اہمیت مسلم، مگر جب تک یہ فیصلہ نہ کیا جائے کہ تعلیم کا مقصد کیا ہے مسئلہ ادھورا رہتا ہے۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ تعلیم کا مقصد فرد کی ممکنہ صلاحیتوں کی نشوونما اور اُسے معاشرتی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہے۔ جب کہ بعض کا خیال ہے کہ تعلیم کا مقصد فرد کو محض ریاست کی خدمت کے لئے تیار کرنا ہے۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے۔ تعلیم کا مقصد جامع اور ہمہ گیر ہونا چاہیئے۔ تاکہ فرد اپنی ممکنہ صلاحیتوں کو بھی اجاگر کر سکے اور ساتھ ساتھ ہی خود کو معاشرے کے تقاضوں اور ملی امنگوں سے بھی ہم آہنگ کر کے توازن و اعتدال بھی برقرار رکھ سکے۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ تعلیم کا مقصد فرد کی شخصیت اور کردار کی اس طرح نشوونما ارتقاء اور تعمیر و تزئین کرنا ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنی تمام صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے قومی تعمیر میں مناسب حصہ لے سکیں تو بے جا نہ ہوگا۔

قائداعظمؒ ایک جامد اور حالات کے تقاضوں سے عاری بے مقصد نظامِ تعلیم، جس میں کسی نظریاتی روح کا فقدان ہو اور وہ محض تن کی دنیا تک محدود رہے کو پسند نہ کرتے تھے بلکہ ان کا نظریہ تعلیم حالات و واقعات اور معاشرتی تقاضوں سے ہم آہنگی پیدا کرنے والا وہ انقلابی نظریہ ہے جس میں رفتارِ زمانہ کے ساتھ اپنی مخصوص قومی اور نظریاتی ضرورتوں کا بھی خیال رکھا گیا ہو اور وہ ہر لمحہ بدلتی دنیا کے ساتھ چلنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ لیکن اس کے برعکس جو نظامِ تعلیم ہمیں انگریز کی طرف سے ورثے میں ملا تھا۔ اس میں انگریز نے اپنے استحصالی منصوبوں کے لئے ہماری انفرادی قوت کو استعمال کرنے کی غرض سے تعلیم و تربیت کا انتظام ہی سطحی نہج پر رکھا تھا۔ یہ نظامِ تعلیم قومی روایات کے مطابق کردار و شخصیت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعمیر، بلند کرداروں، اعلیٰ اخلاق اور معاشرتی و ثقافتی ہم آہنگی سے قطعاً عاری تھا۔ ہاں تن کی دنیا سنوارنے اور خوئے غلامی میں پختہ تر کرنے میں ضرور کامیاب تھا۔ اس نظامِ تعلیم پر قائداعظمؒ نے ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو جلسۂ تقسیم اسناد ڈھاکہ میں اظہار خیال کیا۔

کل پاکستان تعلیمی کانفرنس کراچی منعقدہ ۲۷ نومبر ۱۹۴۷ء میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

پاکستان کی ترقی کا انحصار زیادہ تر طرزِ تعلیم پر ہے۔ یعنی ہم کیوں کر اپنے بچوں کو پاکستان کے سچے خدمت گزار بناتے ہیں تعلیم کا مطلب محض مکتبی تعلیم نہیں ہوتا اور ہمارے ہاں تو مکتبی تعلیم بھی خیر سے بہت کمزور اور ناقص ہے۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے لوگوں کی توانائیوں کو ایک راہ پر لگائیں اور آنے والی نسلوں کے کردار کی تعمیر ابھی سے کریں۔ اس امر کی فوری اور اشد ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں تعلیم دی جائے۔ کیونکہ اس سے ہمارے مستقبل کی معاشی زندگی کا معیار بلند ہونے کی امید ہے۔ حصول تعلیم کے بعد لوگوں کو تجارت، کاروبار اور صنعت و حرفت میں داخل ہونا چاہیئے۔ یاد رکھیئے ہمیں دنیا کے ساتھ قدم ملا کر چلنا چاہیے، جو انتہائی تیزی سے خود کو بدلتی ہوئی چل رہی ہے۔

تعلیم کے مجوزہ مقصد کے حصول کے لیے ہمیں تعینِ نصاب کی ضرورت پڑتی ہے اور نصاب ہی اصل میں تعلیم کے معاشرتی عمل کی قوتِ محرکہ ہے۔ جب تک ہم اس پر مناسب اور موزوں توجہ نہیں دیتے۔ تعلیم کا عمل ادھورا اور بے معنی سا ہو کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا قومی امنگوں، ملی تقاضوں، اور ہماری شاندار تاریخی روایات کے ساتھ ساتھ عصر حاضر سے ہم رکاب ہونے کے لیے ایک متحرک اور فکر انگیز نصاب کا تعین بھی ناگزیر ہے۔ قائداعظمؒ نے تعلیم کے اس اہم عنصر اور نقطۂ مسئلہ کو بھی اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں بھی ۲۷ نومبر ۱۹۴۷ء کو کل پاکستان تعلیمی کانفرنس کراچی میں انہوں نے فرمایا۔ آپ جانتے ہیں کہ تعلیم کی اہمیت کیا ہے؟ اور خاص کر صحیح قسم کی تعلیم کو تو نظر انداز کیا ہی نہیں جا سکتا۔ گذشتہ صدی سے غیر ملکی تسلط کے دوران حالات نے جو رخ اختیار کیا مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے عوام کے لیے تعلیمی سہولتوں پر مناسب توجہ نہیں دی گئی۔ اور اگر ہمیں تیزی سے ٹھوس اور حقیقی معنوں میں ترقی کرنا ہے تو ہمیں سب سے پہلے دیانتداری سے اس مسئلہ کا حل تلاش کرنا ہو گا اور اپنی تعلیمی پالیسی اور پروگرام کو ان خطوط پر استوار کرنا ہو گا۔ جو ہمارے لوگوں کی افتاد طبع کے لیے مناسب، ہماری تاریخ اور تمدن سے ہم آہنگ، دنیا میں ہونے والی جامع ترقی اور عصر جدید کے تقاضوں سے پوری طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عہدہ برآ ہو سکے۔

گویا قائداعظمؒ نے ہمارے سامنے نصاب تعلیم کی جو اصولی تصویر رکھی ہے۔ اس میں مخصوص ملکی حالات، نظریاتی اور قومی تقاضوں، اسلامی تاریخ و تمدن کی شاندار روایات اور عصر حاضر سے ہم رکاب ہونے کے لیے جدید تکنیکی اور سائنسی تعلیم پر وافر زور دیا ہے۔

قومی تعمیر نو میں ترجیحی بنیادوں پر تعلیم کی اوّلیت مسلّم ہے۔ اس سے اغماض برتنا یا اس کو ثانوی حیثیت دینا حقائق کا منہ چڑانا ہے۔ تعلیم ہی اصل میں وہ بنیادی عامل ہے جو قومی ترقی اور ملی تشخص کو ابھارنے اور نکھارنے کے ساتھ ساتھ مستقبل کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے آنے والی نسلوں کو تیار کرتی اور کسی بھی قوم یا سماج کے معاشرتی عمل کو برقرار رکھنے اور آگے بڑھانے کے لیے لابدی ہے۔ جب تک کوئی حکومت یا قوم اس کی افادیت کے پیش نظر اسے مناسب اہمیت اور مقام نہیں دیتی۔ سارے کا سارا قومی ڈھانچہ کھوکھلا رہ جاتا ہے۔ لہٰذا اس ڈھانچے کو ٹھوس بنیادوں پر اٹھانے کے لیے تعلیم پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینا ناگزیر ہے۔ اسی طرح قائداعظمؒ نے تعلیمی معاملات و مسائل سے گہری دلچسپی اور تعلیم کے فروغ و ارتقاء سے وافر لگاؤ کے سبب ہی اپنی ساری جائیداد تین مشہور تعلیمی اداروں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اسلامیہ کالج پشاور اور سندھ مدرسہ کراچی کے لیے وقف کر دی تھی۔

اسی طرح مولانا حسرت موہانی جو بے باکی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایک بار قائداعظمؒ سے ملنے کے لیے گئے۔ دروازے سے باہر انہیں روکا گیا۔ لیکن وہ زبردستی اندر گھس گئے۔ کمرے میں داخل ہوئے تو ٹھٹھک کر وہیں ٹھہر گئے۔ سارے زور شور پہ ایک بند سا بندھ گیا۔ مولانا نے دیکھا کہ قائداعظمؒ سجدہ ریز ہیں اور خالق باری کے حضور مبتلائے آہ زاری ہیں۔ مولانا حسرت موہانی جہاں رکے تھے۔ وہیں سے دبے پاؤں باہر آ گئے اور اس لیے ان کا رویہ یہی رہا۔ جب کبھی وہ قائداعظمؒ سے ملنے کے لیے گئے۔ ان کے کمرے کے پاس پہنچ کر اپنے قدموں کی چاپ ختم کر کے گئے۔ (ڈاکٹر ضیاء السلام)

© rasailojaraid.com